امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ
حالات و عظیم خدمات

پروفیسر سید اختر مہدی

انقلاب اسلامی ایران کے قائد عظیم الشان امام خمینی کی جانگداز موت نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو اتنا برانگیختہ کردیا تھا کہ تاریخ کے دامن میں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ ان کے وفات کی خبر پھیلتے ہی عالم اسلام رنج وغم اور نالہ وشیون کے دریا میں ڈوب گیا اور غمزدہ انسانوں کا سیلاب مسجدوں اور دینی مرکزوں کی طرف امنڈ پڑا اور سوگواری وعزاداری کا لا متناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ سڑکیں سیارہ پوش عزاداری کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک دوسرے کی پرواہ کئے بغیر لوگ نالہ وشیون میں مشغول تھے کسی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ دوسرے کو تعزیت پیش کرسکے۔ گویا ہر آدمی خود کو صاحبِ غم سمجھ رہا تھا۔ سماج اور سماجی سرگرمیوں سے لا پرواہ اور کم متاثر ہونے والے لوگ بھی رنجیدہ اور غمزدہ لوگوں میں شامل تھے اور پورے ملک پر ہنگامِ حشر جیسی کیفیت طاری تھی۔ تمام اسلامی ممالک میں مختلف اعتبار سے رنج وغم کا مظاہرہ کیا جارہا تھا۔ سامراجی تسلط والے ملکوں میں زندگی بسر کرنے والے مسلمان بھی گرفتاری زدوکوب اور خوفناک سزا جیسے خطروں کے باوجود اپنے اندرونی جذبات کو روک نہ سکے اور امت اسلامیہ عالم کے قائد امام خمینی کی عزاداری میں مصروف ہوگئے۔

یہ تمام حوادث انسان کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ خود اپنے آپ سے یہ سوال کرے کہ درحقیقت امام خمینی کون تھے؟ انہوں نے ایسا کون سا کارنامہ انجام دیا ہے کہ ان کی وفات نے امت اسلامیہ کے قلب کو اتنا مجروح کردیا؟ ایک ایسا آدمی جو قم، نجف اشرف اور بالآخر جماران کے اپنے حقیر و ناچیز مکان کے باہر بھی نہیں آیا تھا، اس نے دنیا بھر کے کمزور اور پسماندہ لوگوں سے ایسے تعلقات کیسے قائم کرلئے کہ آج اس کی موت نے تمام لوگوں کو اس قدر غمزدہ بنا دیا، اس کے غم میں ہزاروں نوحے پڑھے گئے، اور لاکھوں آنکھیں اشکبار ہوئیں واقعی وہ کون تھے؟ اور انہوں نے کیا کارنامہ انجام دیا؟

ان سوالوں کا جواب حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ امام خمینی کی نورانی حیات، ان کی شخصیت اور ان کے افکار وعقائد کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کی عظیم خدمات کی طرف خصوصی توجہ دی جائے، سردست ہم اپنی اس مہم کو عملی جامہ تو نہیں پہنا سکتے تاہم ان کی حیات وعظیم خدمات کا ایک اجمالی تعارف حاضر خدمت ہے؛

ولادت بچپن اور ابتدائی تعلیم

امام خمینی ۲۰/ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء شہر خمین کے محلّہ سادات میں پیدا ہوئے یہی تاریخ دختر پیغمبر حضرت فاطمہ زہرا (س) کی سالگرہ ولادت کا دن ہے، اس گھر میں ان کے دو بڑے بھائیوں اور تین بہنوں کی ولادت پہلے ہی ہوچکی تھی لہٰذا ان کے بچپن کا زمانہ انہیں لوگوں کے ساتھ شروع ہوا۔

امام خمینی کے والد محترم آیت اللہ مصطفیٰ موسوی بھی ۲۲/ رجب ۱۲۷۸ھ کو اسی شہر خمین پیدا ہوئے تھے اور آٹھ برس کی چھوٹی سی عمر میں اپنے والد جناب احمد موسوی کی شفقتوں سے محروم ہوگئے تھے اپنے والد کی موت کے بعد مرحوم مصطفیٰ موسوی پر گھریلو ذمہ داریوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور ان ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے اسلاف کی فقہ اجتہاد کی راہ ورش کو جاری نہ رکھ سکیں گے لیکن ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ انہیں علم دین حاصل کرنے سے نہ روک سکا۔ چنانچہ خمین میں مرحوم آقا مرزا احمد خوانساری کی خدمت میں ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ حوزۂ علمیہ اصفہان کی طرف گامزن ہوجاتے ہیں جو اس زمانے میں غیر معمولی شہرت کا حامل تھا، وہاں انہوں نے مشہور زمانہ اساتذہ سے علوم شرعیہ میں مہارت حاصل کی اور ان علوم میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے لئے نجف اشرف روانہ ہوگئے، وہاں وہ علمی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہوجاتے ہیں اور اس زمانے کے مراجع تقلید سے اجازۂ اجتہاد حاصل کرنے کے بعد فخر المجتہدین کے لقب سے مشہور ہوجاتے ہیں اور اس طرح علمی مدارج طے کرنے کے بعد آیت اللہ مصطفیٰ موسوی اپنے وطن خمین واپس آجاتے ہیں اور وطن والوں کے شرعی امور کی نگرانی کا کام شروع کردیتے ہیں۔

عتبات عالیات میں اقامت کے دوران آیت اللہ مصطفیٰ موسوی نے علماء کی جدو جہد اور سیاسی امور میں اس طبقے کی مداخلت کو قریب سے دیکھا تھا اور تحریم تمباکو کے سلسلے میں آیت اللہ شیرازی کے

فتوے کے گہرے، وسیع اور نمایاں اثرات اور شرمناک تجارتی امتیازات کی واپسی کی صورت میں سامراجیت کے شکست کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ چنانچہ خمین آنے کے بعد انہوں نے گوشہ نشینی اور درویشانہ زندگی اختیار کرنیکے بجائے اور ایک مسئلہ گو مجتہد کی شکل اختیار کرنے کے بجائے ہمت کی آستین اوپر چڑھائی اور سماجی میدان میں داخل ہوگئے اور انتہائی دلیرانہ اور بے باکانہ انداز میں معاشرہ کے کمزور وپسماندہ محروم عوام کی حمایت میں سرگرم ہوگئے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے علاقے کے ظالموں اور قاتلوں کی اعلانیہ مذمت شروع کردی اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ان کا گھر مظلوموں اور محروم وپسماندہ لوگوں کی پناہ گاہ بن گیا اور مظلوم و بے سہارا عوام ان کے سایہ میں پناہ حاصل کرنے لگے۔

علاقے کے غنڈوں، ظالموں اور قاتلوں کو شاہی دربار کی حمایت حاصل تھی لہٰذا یہ لوگ شرارت پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور آیت اللہ مصطفیٰ موسوی کو ختم کردینے کا منصوبہ بنالیتے ہیں۔ آخر کار علاقے کے غنڈے خمین کے راستہ میں ان پر قاتلانہ حملہ کرکے انہیں شہید کردیتے ہیں اور اس طرح آٹھ برس تک خمین والوں کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کے بعد صرف ۴۲/ سال کی عمر میں وہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوجاتے ہیں۔

بچپن اور حوزۂ علمیہ میں آمد سے پہلے ان کی تعلیم

والد گرانمایہ الحاج مصطفیٰ موسوی کی شہادت کے موقع پر امام خمینی کی عمر چار یا پانچ مہینے کی تھی لیکن بعد میں والد کی شہادت کا پورا واقعہ سننے کے بعد انہیں اپنے والد سے بڑی محبت پیدا ہوگئی اور وہ اپنے والد کی اس راہ وروش کی مدح وستائش کرنے لگے کہ وہ مظلومین اور ستم رسیدہ لوگوں کی حمایت کیا کرتے تھے، بہر حال بچپن کے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد امام خمینی تعلیم حاصل کرنے اور گونا گوں معمولات فراہم کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔ ابتدائی مرحلہ میں وہ مقامی عالمِ دین ملا ابوالقاسم سے علم حاصل کرتے ہیں اور انہیں سے قرآن پڑھنا سیکھتے ہیں اس کے بعد عمر میں وہ اپنی والدہ کے چچازاد بھائی شیخ جعفر سے ادبیات عرب کا درس حاصل کرتے ہیں۔ پھر ابتدائی تعلیم مرحوم مرزا محمود افتخار العلماء سے حاصل کرتے ہیں وار اس کے بعد اپنے ماموں مرحوم الحاج مرزا محمد مہدی کی شاگردی کے ساتھ ہی ساتھ اپنے بڑے بھائی آیت اللہ آقای پسندیدہ سے علم منطق کی تعلیم ،خمین

میں ہی حاصل کرتے رہے پھر اسی سال انہوں نے اصفہان جانے کا ارادہ کیا لیکن شیخ عبدالکریم اور ان کے مدرسہ کی شہرت نے انہیں اراک پہنچا دیا۔ وہاں انہوں نے حوزۂ علمیہ کے مشہور اساتذہ مثلا مرحوم محمد گلپا یگانی اور مرحوم آقای عباس اراکی سے درس حاصل کرنا شروع کردیا۔ایک سال کے بعد جب آیت اللہ حائری نے اراک سے قم کوچ کرنے کا فیصلہ کیا تو امام خمینی بھی ان کے ہمراہ قم چلے گئے۔

قم میں امام خمینی کی تعلیم

امام خمینی اپنی مخصوص ذہانت کے ساتھ نوتشکیل شدہ حوزہ علمیہ قم میں درس حاصل کرنے لگے اور پانچ برس کے اندر یعنی ۲۳ سال کی عمر میں انہوں نے ادیب تہرانی، سید محمد تقی خوانساری سید علی یثربی کا شانی، آیت اللہ شاہ آبادی اور شیخ علی اکبر یزدی جیسے نامور اساتذہ کی شاگردی میں اپنی علمی فقہی اور اصولی بنیادوں کی تکمیل کے بعد ۲۳ سال کی عمر میں درجہ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

اس مدت کے دوران امام خمینی نے علم فقہ میں ممتاز حیثیت حاصل کرتے ہوئے علوم ہیئت وفلسفہ وحکمت وعرفان میں بھی خصوصی شہرت ومہارت حاصل کرلی اور استادِ کامل شمار کئے جانے لگے۔

رضا خاں کے خلاف امام خمینی کی جدو جہد!

ظلم وگھٹن اور قتل وغارت گری پر مشتمل رضا خاں کی ۱۶/ سالہ حکومت کو قوی اور معنوی اعتبار سے ملک وملت کے لئے ایک خسارہ وسانحہ عظیم شمار کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں آزادی طلب مراکز اور تنظیمیں یعنی قوت عدلیہ، مقننّہ واجرائیہ رضا خان کی ذاتی خواہشات کی غلام ہوگئیں اور وہ برطانیہ کے اشارہ پر رقص کرنے لگا۔

ایران میں برطانوی سیاست کو بروئے کار لانے کے لئے رضا خان کی حتی الامکان کوشش یہ تھی کہ دین کی جزوں کو خشک کردے اور سرزمین ایران میں اتاترک کا کردار ادا کرنے میں کامیاب ہوجائے۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ طبقہ روحانیت کو کمزور بنانے میں مشغول ہوگیا اور حکومت کی طرف سے بے پردگی کا حکم جاری کردیا، مذہبی مجالس واجتماعات پر پابندی عائد کردی ارو علماء کو فوج میں بھرتی کرنے کا حکم صادر کردیا، امام خمینی تقریباً اسی زمانہ میں حوزۂ علمیہ قم میں داخل ہوئے تھے جب رضا خان نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی، اٹھارہ سالہ امام خمینی ان

اولین علماء میں تھے جنہوں نے رضا خان کی اعلانیہ مخالفت کی اور اپنے اٹل موقف کے ذریعہ اس کے سامراجی منصوبوں کو پورا نہیں ہونے دیا۔ رضا خان برطانوی سامراج کے جن منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اس کے خلاف بھر پور جدوجہد کیلئے امام خمینی نے مدرسہ فیضیہ میں ہفتے میں دو مرتبہ دینی اجلاس کا انعقاد کیا تا کہ اسلامی روایات اور اخلاقی محاسن کی ترویج کے ذریعہ اسلام دشمن سامراجی پروپگنڈہ کا مقابلہ کیا جائے۔لیکن رضا خان نے ان مذہبی اجلاس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کردی، آخر کار امام خمینی ان اجتماعات کو ایک دور افتادہ محلے میں قائم کرنے پر مجبور ہوگئے جبکہ اس علاقے میں لازمی وسائل وامکانات کا فقدان تھا۔

امام خمینیؒ نے برطانوی سامراج اور اس کے غلام رضا خان کے خلاف اپنی اسلامی جدو جہد کو جاری رکھنے کا اٹل فیصلہ کر رکھا تھا لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس کام سے روک نہیں سکتی تھی، منقول ہے کہ ایک دن امام خمینی نے ایک مسجد کے منتظم سے پوچھا کہ ''اگر رضا خاں تم سے یہ کہے کہ اپنا لباس اتار ڈالوں تو تم کیا کروگے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے لباس کے احترام میں گھر کے اندر ہی بیٹھا رہوں گا اور گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ اس موقع پر امام خمینی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تو حسب معمول اپنا لباس پہن کر مسجد جاؤں گا اور لوگوں کے درمیان تبلیغ وہدایت کا کام جاری رکھوں گا۔

ایران تحریک کی چوکھٹ پر

فوجی تکنیک کی ترقی اور صنعتی راہ وروش کے فروغ کے ساتھ ساتھ تیل سے وابستہ بڑی حکومتوں کے درمیان رقابت شروع ہوگئی اور ایرانی تیل کے موضوع پر امریکہ، برطانیہ اور روس کے درمیان اس رقابت نے شدید روپ اختیار کرلیا۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے ایجنٹوں اور غلاموں کے ذریعہ ایرانی تیل پر اپنا غاصبانہ قبضہ جمانے کی کوشش کرنے لگا، روس جو اس سے قبل آذر بائیجان کے وسیع علاقے پر قبضہ کرچکا تھا اپنے ایجنٹوں مثلاً آذر بائیجان میں پیشہ وری اور کردستان میں قاضی محمد اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ ایران کے دیگر علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنے لگا، اس نے تو وہ پارٹی کے ضمیر فروش کارکنوں کے ذریعہ اپنے شرمناک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع کردیا، معاہدہ پر کی گئی اپنی دستخط کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے سرزمین ایران میں اپنی فوجوں کے قیام کو برقرار رکھا اور کسی قیمت پر ایرانی سرزمین خالی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔لیکن جب اس کو امریکہ

وبرطانیہ کے مقابلے میں اپنی کمزوری کا احساس ہوا تو اس نے تیل سے مالا مال شمالی علاقے کے بدلے میں ایران سے اپنی فوج ہٹانے کی پیش کش کی۔ امام خمینی کو ان مسائل سے بخوبی واقفیت تھی لہٰذا انہیں مسلمانوں بالخصوص ایرانی مسلمانوں کی زبوں حالی پر سخت افسوس تھا اسی وجہ سے انہوں نے سامراجی چنگل سے مسلمانوں کی آزادی کو اپنا مشن بنا لیا تھا اور گرفتاری کے سیاہ ایام میں بھی وہ ایران اور مسلمانوں سے موجودہ ناگفتہ بہ حالت سے غافل نہیں ہوئے اور ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی ترقی وخوشحالی کے لئے پوری طرح کوشاں رہے۔

۱۳۵۵ھ میں آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری کی وفات کے بعد امام خمینی نے ایک آگاہ ومہربان مرجع تقلید کے انتخاب کے لئے بڑی کوشش کی کیونکہ امام خمینی کی نظر میں مرجعیت کی شرط فقہ واصول ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے لئے موجودہ سیاسی وسماجی حالات سے آگاہی اور شجاعت ودرایت کا ہونا بھی لازمی تھا، چنانچہ امام خمینی عہدۂ مرجع تقلید کے لئے آیت اللہ بروجردی کا انتخاب کرتے ہیں کیونکہ ظلم وگھٹن کے ماحول کے خلاف انہوں نے اسلامی موقف اپنایا اور آخر تک رضا خاں کی مخالفت میں سرگرم رہے اسی وجہ سے امام خمینی ان کی مرجعیت کی تبلیغ کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً انہیں اسلام دشمن سازشوں نیز ملک کے مختلف علاقوں میں بیرونی طاقت کے ایجنٹوں سے آگاہ بھی کرتے رہے ور جب کبھی سیاسی امور میں آیت اللہ بردجردی کو اپنے نظریہ کا اعلان کرنا ہوتا تھا تو وہ پہلے امام خمینی سے مشورہ کرکے ان کی رائے ضرور معلوم کرلیا کرتے تھے مرجعیت کی اس مہم کے ساتھ ہی ساتھ امام خمینی ظلم واستبداد وسامراجیت کے خلاف اپنی اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے میں بھی لگے رہے، طبقہ روحانیت کے کمزور اور طاقتور پہلوؤں کی مکمل شناخت ہونے کی وجہ سے انہوں نے حوزۂ علمیہ اور دینی مراکز میں ایک فکری تبدیلی وبیداری کا ماحول پیدا کردیا۔ امام خمینی اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اگر وہ موجودہ مسائل سے تنہا ٹکراتے رہے اکیلے ہی اسلام دشمن سازشوں کی نابودی کی کوشش کرتے رہے تو انہیں وسیع کامیابی حاصل نہ ہوگی اور آیت اللہ مدرس یا آیت اللہ کاشانی کی طرح ان کی اسلامی تحریک بھی ناکام ہوجائے گی اور وہ فقط معدود سے چند سامراجی سازشوں کو نابود کرسکیں گے۔ لیکن اگر انہیں کچھ ہم فکر وہم عقیدہ ساتھی مل گئے تو وہ سامراج کی زیادہ سے زیادہ سازشوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہوجائیں گے، انہیں ملک سے سامراج کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کا موقع مل جائے گا اور عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے ان کے مکروہ فریب کے جال کو تباہ وبرباد کردیا جائے گا۔

آیت اللہ بردجردی اور آیت اللہ کاشانی کی وفات کے بعد حکومت اس بات کی جان توڑ کوشش کرتی ہے کہ آئندہ مرجع تقلید کے انتخاب میں مداخلت کا موقع مل جائے۔ حکومت کی نظر میں سب سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ کسی غیر ایرانی عالم دین کو مرجع تقلید بنا دیا جائے کیونکہ آیت اللہ بردجردی اور ان کے بعد آیت اللہ کاشانی کے جنازہ میں لاکھوں مسلمانوں کی شرکت سے ارباب حکومت کو مرجع تقلید کی مثالی طاقت ومقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا اور ان لوگوں کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ اگر عوام الناس کا امنڈتا ہوا یہ سیلاب کبھی حکومت کے منصوبے کی مخالفت پر کمر بستہ ہوجائے تو کیا ہوگا؟

صوبائی اور شہری انجمنوں کا جھگڑا

آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ کاشانی کی وفات کے بعد حکومت کا خیال تھا کہ اب روحانیت کا مسئلہ ختم ہوگیا اور چونکہ مرجعیت کے لئے کوئی غیر اختلافی شخصیت ابھر کر سامنے نہیں آرہی ہے لہٰذا اب مرجع تقلید کا انتخاب واعلان کوئی مشکل کام نہیں رہ گیا ہے لہٰذا وہ بڑی تیزی کے ساتھ ایسے قدم اٹھانے لگتی ہے۔ آیت اللہ بروجردی کا شانی اور آیت اللہ کاشانی کی زندگی میں وہ ان اقدامات کے سلسلے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان اقدامات میں صوبائی اور شہری کونسلوں کی تشکیل کا قانون بھی شامل تھا، حکومت کی طرف سے منظور شدہ اس قانون کے بموجب قومی کونسل کے لئے منتخب ہونے والوں اور انہیں منتخب کرنے والوں کا مسلمان ہونا لازمی نہیں رہ گیا تھا نیز قرآن مجید کی قسم کھا کر حلف برداری کرنے والی شرط کو بھی عمداً نظر انداز کردیا گیا تھا۔

یہ قانون اسلامی مقدسات کی توہین اور ملک کے آئین میں اعلانیہ مداخلت کو نمایاں کرتا تھا۔ جیسے ہی علماء اور طبقہ روحانیت کو حکومت کے اس قانون کی اطلاع ملی ان کے درمیان ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی اور انہیں ایک مناسب وموثر ردعمل کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ امام خمینی اور قم میں مقیم دوسرے کچھ علماء نے شاہ اور مختلف صوبوں کے نامور علماء کے نام ٹیلیگرام بھیج کر اس مسئلہ میں اپنی پریشانی وسخت مخالفت کا اعلان کردیا۔ بات فقط طبقہ علماء ہی تک محدود نہ رہی بلکہ مسجدوں اور عام محفلوں میں بھی لوگوں نے اس قانون پر اعتراض کرنا شروع کردیا اور اس طرح خطوط، ٹیلیگرام اور ٹیلیفون کے ذریعہ اکثر ایرانی عوام نے حکومت پر یہ واضح کردیا کہ اگر یہ قانون واپس نہ لیا گیا تو عوام اس جدو جہد میں علماء کی حمایت کے لئے ہمہ تن آمادہ ہیں۔

اس کے بعد اسلام دشمن حرکتوں کے خلاف کی جانے والی جدو جہد میں ایک نیا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے اور حکومت کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کی بدعنوانیوں کے خلاف علماء کی جدو جہد ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک ٹیلی گرام کے ذریعہ حکومت علماء قم کو قانون کی واپسی سے آگاہ کردیتی ہے۔ ضمنی طور پر اس تحریک کے دوران ایرانی عوام امام خمینی کے چہرے سے اور زیادہ آشنا ہوجاتے ہیں اور حکومت کے خلاف علماء کی جدو جہد میں امام خمینی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ کے بعد امام خمینی کی مقبولیت میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے اور دوسری طرف حکومت امام خمینی پر کڑی نگاہ رکھنے لگتی ہے۔ واضح رہے کہ شرمناک قانون کی واپسی کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے جملہ علماء قم کے نام ٹیلیگرام روانہ کیا جاتا ہے اور امام خمینی کو جان بوجھ کر اس فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ حکومت کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بہر حال حکومت کی طرف سے ملنے ولے اس ٹیلیگرام سے علماء تہران مطمئن ہوجاتے ہیں اور عوام اپنی کامیابی پر محفل چراغاں کرنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اپنی غیر معمولی ہوشیاری د انشمندی کی وجہ سے امام خمینی لوگوں کو اس کام سے روک دیتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ جب تک حکومت اس قانون کی واپسی کا باقاعدہ اعلان نہیں کرتی ہماری جدو جہد جاری رہے گی۔ صوبائی علماء کے نام ٹیلیگرام بھیج کر امام خمینی انہیں بھی اپنے اس فیصلے سے آگاہ کردیتے ہیں آخر کار ایک پریس انٹریو کے دوران وزیر اعظم علم یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ صوبائی اور شہری انجمنوں کے سلسلے میں جو قانون پاس کیا گیا ہے اس پر عمل درآمد نہ کیا جائے گا۔

اس طرح ملت اسلامیہ ایران امام خمینی کی دانشمندانہ قیادت کے سایہ میں پہلی بار کامیابی کا مزہ چکھتی ہے اور امام خمینی کو ''زعیم ورشید ملت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انقلاب سفید کے بہانے سامراجی اصلاح

امریکہ کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ شاہی حکومت کو اپنے عوام کا اعتماد حاصل نہیں ہے چنانچہ امریکی حکمرانوں کو اس حکومت کی تقویت اور ایران پر اپنے سامراجی تسلط کو قائم کرنے کی فکر دامنگیر ہوگئی تاکہ ایرانی ذخائر وامکانات کی لوٹ کھسوٹ جاری رہ سکے اور دوسری طرف فریبانہ اصلاحی

پروگرام کے ذریعہ عوام کے درمیان روحانیت بالخصوص امام خمینی کے اثر و رسوخ کو ختم کیا جاسکے۔ چنانچہ شاہی اقتدار کے تحفظ کی خاطر چھ نکاتی نام نہاد سفید انقلاب کا اعلان کیا جاتا ہے اور استصواب عامہ کے لئے اسے عوام کے سامنے پیش کردیا جاتا ہے۔ امام خمینی اس سامراجی ہتھکنڈے سے اپنے عوام کو محفوظ رکھنے کے لئے استصوابِ عامہ میں شرکت پر شرعی پابندی عائد کردیتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ ملت ایران کو اس امریکی سازش کے خلاف اپنے ردعمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے، تہران اور قم میں لوگ مسجد میں اور مراجع تقلید کی رہائش گاہوں پر جمع ہوگئے، آخر کار ایرانی عوام نے اس استصواب کی مخالفت کا اعلان کردیا۔ اس عوامی تحریک کو روکنے کے لئے پولیس نے فوری طور پر مداخلت کی اور زدوکوب کرکے کچھ لوگوں کو گرفتار بھی کرلیا۔ ادھر علماء قم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے شاہ ایران قم کی طرف روانہ ہوجاتا ہے لیکن شاہ کی آمد کی اطلاع ملنے کے بعد بھی قم کے علماء وعوام اپنے گھروں سے باہر نہیں نکلتے ہیں شاہ اہل قم کے اس رویہ سے سخت ناراض ہوجاتا ہے چنانچہ حرم میں داخل ہوئے بغیر وہ شاہی قافلے کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں پر مشتمل ایک مختصر سے اجتماع میں تمام علماء و طبقہ روحانیت کو گالیاں دینا شروع کردیتا ہے اورعوام کی نظر میں اپنے آپکو پہلے سے زیادہ ذلیل ورسوا کرلیتا ہے۔ آخر کار بہمن ماہ کی چھ تاریخ کو نمائشی استصواب عامہ منعقد ہوتا ہے اور شاہ کے نام نہاد سفید انقلاب کو منظوری حاصل ہوجاتی ہے اس واقعہ کے بعد ۱۳۴۲ھ ش مطابق ۱۹۶۲ء کو نو روز کے موقع پر عام عزاداری کا اعلان کیا جاتا ہے اور لوگ امام خمینی کی اس تحریک کا شاندار استقبال کرتے ہیں اور علماء وعوام کے درمیان قریبی تعلقات کے عظیم الشان مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس دوران امام خمینی نے اپنی متعدد تقریروں میں شاہی حکومت کی بدعنوانیوں پر زبردست تنقید کی اور ''امسال علماء کے لئے عید نہیں'' انہوں نے اپنے بیان میں شاہی حکومت کی اسلام دشمنی کو بالکل بے نقاب کردیا اور ٹھوس دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کردیا کہ شاہی حکومت اسلام اور مسلمانوں کی نابودی کی خواہاں ہے۔ امام خمینی اس نام نہاد سفید انقلاب کو انقلاب سیاہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دوسری طرف حکومت اپنے جملہ وسائل وامکانات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ شاہی منصوبوں کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ حکومت کے زرخرید غلام پورے ملک میں اسلامی تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیتے ہیں اور شاہی سلامتی تنظیم کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ مخالفین کو گرفتار کرکے انہیں جیل خانوں میں ڈال دے۔

حکومت کی یہ کوشش تھی کہ وہ طبقہ علماء سے براہ راست نہ ٹکرائے لہٰذا وہ یہ پروپگنڈہ کررہی تھی کہ علماء شاہ کی سلامتی اور اس شاہی حکومت کی بقاء کے لئے دعا کررہے ہیں۔ اس بے بنیاد پروپگنڈہ کی وجہ یہ تھی کہ شاہی افسروں کو علماء کی غیر معمولی طاقت کا اندازہ ہوگیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اس عظیم طاقت سے نہیں ٹکرانا چاہتے تھے اور مختلف النوع مکروفریب کے ذریعہ شرمناک منصوبے کو کامیاب بنانا چاہتے تھے۔

اسی بنیاد پر فروردین ماہ کی دوسری یا تیسری تاریخ کو شاہی افسروں کی ایک جماعت کو سادے لباس میں قم روانہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ امام خمینی کی قیادت وہدایت کے سایہ میں اور علماء وعوام کے باہمی تعاون سے منعقد ہونے والی مجالس میں گڑبڑی پیدا کرکے وہاں باہمی اختلافات کی آگ بھڑکا دے، ان مجالس کا مقصد انقلاب سفید کے پردہ میں پیش کی جانے والی اسلام دشمن سامراجی سازشوں کے سلسلے میں عوام کو بیدار کرنا تھا۔ ان شاہی افسروں نے لٹیروں اور ڈکیتوں کی طرح مدرسہ فیضیہ پر دھاوا بول دیا اور مدرسہ فیضیہ اور اس کے اردگرد قتل عام کا بازار گرم کردیا۔ اس قتلِ عام کی وجہ سے لوگوں میں خوف ووحشت ومایوسی پھیل گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ شاہی حکومت کے خلاف علماء کی اسلامی وعوامی تحریک ومثالی شکست سے دور چار ہوجائے گی۔ لیکن امام خمینی نے بڑی بہادری سے حالات کا مقابلہ کیا اور لوگوں کو ڈھارس اور دلاسہ دیتے رہے۔ انہیں اس بات کا زبردست خطرہ تھا کہ شاہی جلاد ان کے مکان پر بھی حملہ آور ہوسکتا ہیں لیکن وہ ہمت وحوصلہ سے کام لیتے ہوئے اپنے گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور خود آگے بڑھ کر زخمی لوگوں کا استقبال کرتے ہیں اور ضروری علاج فراہم کرنے کے لئے انہیں اسپتال روانہ کرتے ہیں۔ اس شرمناک واقعہ کے بعد امام خمینی اپنے ایک بیان میں شاہی حکومت کی اس وحشیانہ وغیرہ انسانی حرکت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ دھیرے دھیرے اس واقعہ کی خبر ایران کے دیگر علاقوں اور اسلامی ملکوں میں بھی پہنچ جاتی ہے اور عالم اسلام میں شاہی حکومت کے مظالم کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ جاتی ہے آیت اللہ حکیم شاہی حکومت کے نام ایک اعتراض آمیز ٹیلیگرام روانہ کرتے ہیں اور دوسرے ٹلیگرام میں علماء قم کو نجف اشرف آجانے کی دعوت دیتے ہیں۔ امام خمینی آیت اللہ حکیم کے ٹیلیگرام کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جس منزل پر ہیں وہاں سے واپسی کے امکانات مفقود ہیں اور ہم لوگوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ ہم نے جوراہ اختیار کی ہے اسی پر گامزن رہیں کامیابی یا شہادت دو

چیزوں میں سے ایک بہر حال حاصل ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ایسے ملک میں، جہاں ذلیل خاندان حکومت کررہاہو سکون واطمینان کی زندگی بسر کرنا ذلت ورسوائی کے برابر ہے اور قرآن کریم کی پیروی کرنے والے اس ذلت ورسوائی کو برداشت کرنے والے نہیں بلکہ مردوں جیسی زندگی پر باعزت موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ امت اسلامیہ بالخصوص علماء اعلام باہمی اتحاد اور اسلامی اخوت کے ذریعہ سامراجی سازشوں کو شرمناک شکست سے دوچار کرسکتے ہیں۔

بہر حال مدرسہ فیضیہ کے شہیدوں کے چالیسویں کے موقع پر مجالس عزا کا ایسا لا متناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ حکومت کو خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے مجلس عزا پر پابندی لگا دی جاتی ہے اور پورے ملک میں چھوٹی بڑی انقلابی سرگرمیوں کو کچلنے کا کام شروع ہوجاتا ہے۔ اسی دوران جہاد وایثار کی تعلیم دینے والا محرم کا مہینہ آجاتا ہے اور ابا عبداللہ الحسین کی عزاداری کے ساتھ ہی ساتھ فیضیہ ودیگر علاقوں کے شہداء کی عزاداری ملک کے ہر گوشہ میں حیرت انگیز جوش وخروش پیدا کردیتی ہے۔ حکومت احتمالی حوادث کو روکنے کے لئے یکے بعد دیگرے متعدد اقدام کرتی ہے اور لوگوں سے مطالبہ کرتی ہے کے عزائے حسینؑ مظلوم کو مظاہروں میں تبدیل کرنے سے پرہیز کریں۔

دوسری طرف امام خمینی علماء وواعظین کے نام اپنے پیغام میں ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی تقریروں میں حکومت کی بدعنوانیوں کو پوری طرح بے نقاب کردیں اور اس کی اسلام دشمن سیاست سے اپنی نفرت وبیزاری کا مظاہرہ کریں ۔ مار پیٹ اورگرفتاری سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ اسلام خطرہ میں ہے اور وہ لوگ ذمہ دار ہیں۔

بہر حال اسی سال تہرانی عوام نے یوم عاشورہ کو سیاسی مظاہرہ میں تبدیل کردیا اور اپنے فلک شگاف نعروں کے ذریعہ امام خمینی اور ان کے اغراض ومقاصد کی حمایت کا اعلان بھی کردیا، ادھر شہر قم پر انقلابی جوش وخروش طاری ہوجاتا ہے۔ حکومت مراسم عاشورہ کی سرگرمیوں کو روکنے کی بھر پور کوشش کرتی ہے اور طرح طرح کے ہتھکنڈے بھی استعمال کرتی ہے لیکن امام خمینی کی سوجھ بوجھ اور ثابت قدمی کی وجہ سے اس کی ہر کوشش ناکام ہوجاتی ہے۔

۱۵ رخرداد کا خونین انقلاب

شاہی حکومت امام کو عوام سے دور رکھنے اور ان کی مقبولیت کو محدود رکھنے میں پوری طرح ناکام

ہوگئی اور ان کی ہدایت کے مطابق ملت اسلامیہ ایران نے شاہی حکومت کے خلاف عظیم الشان مظاہرے برپا کئے ، شاہی حکومت کے خلاف عوامی احتجاج و بغاوت پر قابو پانے کے لئے شاہی حکومت ۱۵ ؍خراد کی شب میں امام خمینی کو گرفتار کرلیتی ہے اور رات کی تاریکی میں انہیں قم سے تہران منتقل کردیتی ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی اہل قم گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ''یا موت یا خمینی'' کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ لوگ روضہ معصومہ قم کی طرف بڑھنے لگے قم کے علاوہ تہران ، شیراز اور ملک کے دیگر شہروں میں بھی امام خمینی کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے گئے اور لوگوں نے حکومت کے اس شرمناک اقدام کے خلاف عوامی نفرت وبیزاری کا اعلان بھی کیا۔ ابھی اس مظاہرہ کے شروع ہونے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فضا میں گولیوں کی آواز گونج اٹھی اور قم ''تہران'' اور دیگر ایرانی شہروں میں ہزاروں لوگ خاک وخون میں غلطاں ہوگئے۔

کچھ دنوں بعد حکومت پر عوام اور علماء کے غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے امام خمینی کو قید خانے سے آزاد کرکے تہران میں ایک ساواک افسر کے گھر میں نظر بند کردیا جاتاہے،اس دوران امریکی اشارہ پر اسکے زرخرید غلام امینی نے ۱۹۶۱ء میں جس ایرانی قومی کاؤنسل کو منسوخ کردیا تھا، نمائشی چناؤ کے ذریعہ دوبارہ اس کی تشکیل عمل میں آگئی ۔ اور ایرانی وزیر اعظم اسد اللہ علم جس کے ہاتھ ہزاروں گناہوں کے خون میں ڈوبے ہوئے تھے اور جس نے ۱۵ ؍فروری اور کئی دوسرے قتل عام بھی کرائے تھے،منصور کو اپنا جانشین بنا دیتاہے۔ اس تبدیلی کے ذریعہ شاہی حکومت ایرانی عوام کے دل سے ۱۵ ؍ خردار کے قتل عام کی ساری ذمہ داری سابقہ حکومت پر ڈال دیتی ہے اور ان سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ شاہی حکومت کے درمیان دوتی اور صلح کا ماحول پیدا ہوسکے۔ اس نمائشی تبدیلی کے بعد منصور کی حکومت عوام کو دھوکا دینے اور صلح ودوستی کی زمین ہموار کرنے کے لئے اپنے وزیر داخلہ کو امام کے پاس ملاقات وگفتگو کے لئے بھیجتی ہے اور قتل عام کی ساری ذمہ داری سابقہ حکومت پر ڈال دیتی ہے اور ان سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ شاہی حکومت اور علماء اسلام کے درمیان کوشگوار تعلقات کرنے کا ذریعہ ووسیلہ بن جائیں۔ اس ملاقات کے چندروز بعد امام خمینی کی رہائی کا اعلان کردیا جاتاہے۔

شہر قم اور حوزۂ علمیہ کے لوگوں کے درمیان امام خمینی کی موجودگی سے عوام کو غیر معمولی روحانی تازگی محسوس ہوتی ہے اور امام خمینی کی قیادت میں اسلامی تحریک کو نئی زندگی حاصل ہوجاتی ہے، قید خانہ

سے رہائی کے چار دن بعد اپنی پہلی تقریر میں امام خمینی اپنے اسلامی موقف پر ثابت قدم رہنے کا اعلان کردیتے ہیں اور اپنی اس تقریر کے دوران وہ یہ بھی اعلان کردیتے ہیں کہ حکومت کی بدعنوانیوں کے خلاف ان کی جدو جہد جاری رہے گی اور علماء وحکومت کے درمیان صلح ودوستی کا یہ پروپگنڈہ محض ایک دھوکا ہے۔ اس کے بعد ۱۵/خرداد انقلاب کی سالگرہ سے قبل اپنی منصوبہ بند پالیسی کے تحت شاہی حکومت ملک کے اکثر واعظین کو گرفتار کرلیتی ہے اور کسی بھی قسم کی مجلس ترحیم وتعزیت پر پابندی لگادیتی ہے۔ امام خمینی شہداء کی سالگرہ کے موقع پر قومی عزادری کا اعلان کرتے ہیں کہ ایسے حالات میں ترکِ نصیحت اور خاموشی میرے نزدیک گناہِ عظیم اور سیاہ موت کے استقبال کی حیثیت رکھتی ہے۔

ملت ایران امام خمینی کے اس بیان کا استقبال کرتے ہوئے اجتماعات اور مظاہروں کا سلسلہ شروع کردیتی ہے اور عوام وپولیس کے درمیان برہ راست ٹکراؤ ہوتا ہے۔

۱۹۶۳ء میں رونما ہونے والے حوادث کی روشنی میں شاہی حکومت کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ حکومت کے خلاف جاری انقلابی سرگرمیوں میں امام خمینی کا اہم اور فیصلہ کن کردار ہے اور وہ مخالف جماعت کی قیادت کررہے ہیں۔ لہٰذا شاہی حکام یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ انہیں گرفتار کرکے جلا وطن کردیا جائے۔ اس سلسلے میں فوری قدم اٹھاتے ہوئے اسی سال ۱۳/آبان کو انہیں گرفتار کرکے ترکی میں جلا وطن کردیا گیا۔

امام خمینی کی جلا وطنی

امام خمینی نے اپنی جلا وطنی کے گیارہ مہینے ترکی میں بسر کئے، اس کے بعد شاہی حکومت نے امام خمینی اور ان کی اسلامی تحریک کے خلاف نئی شیطانی سازش کا جال بچھاتے ہوئے انہیں ترکی سے نجف اشرف جانے پر مجبور کردیا۔ اور اس طرح نجف میں جلا وطنی کی زندگی بسر کرتے ہوئے امام خمینی ایرانی عوام اپنی اسلامی تحریک کی قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے اور اہم مواقع پر ایرانی عوام وملت اسلامیہ عالم کے نام تاریخ ساز پیغامات بھی جاری کرتے رہے۔

ایران دوبارہ مرکز انقلاب بن جاتا ہے۔

امام خمینی کی جلاء وطنی وناموجودگی کے زمانہ میں شاہی حکومت کو یہ موقع مل گیا کہ ملک وملت کو فساد وتباہی کی طرف راغب کردے، ملکی معاملات میں اغیار واجانب کی مداخلت کو رواج حاصل

ہوجائے اور قومی سرمایہ کی خاطر خواہ لوٹ کھسوٹ پر کوئی پابندی نہ رہے ملک پر مسلط ساوا کی نظام کی مدد سے شاہ کو اپنے ان شرمناک منصوبوں میں قدرے کامیابی بھی حاصل ہوگئی۔ وہ نیزہ کی نوک پر اپنی حکومت اور سامراجی سیاست کو باقی رکھنا چاہتا تھا۔ امام خمینی سے انتقام لینے کے لئے ایک شاہی ایجنٹ کی جانب سے امام خمینی کی توہین واہانت کے لئے اطلاعات اخبار میں ایک مقالہ شائع کیا گیا جس میں امام خمینی کے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کی بھرمار کی گئی تھی جس نے پوری ملت اسلامیہ ایران کے جذبات برانگیختہ کردیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے قم، تبریز، شیراز، تہران اور بتدریج پورے ملک میں عظیم الشان اسلامی انقلاب کی لہر دوڑ گئی، جاں بکف نوجوان انقلابی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ اور سرزمین ایران پر جہاد وشہادت اور ایثار وقربانی کا ماحول چھا گیا۔

دوسری طرف عراقی حکومت کی طرف سے عائد کی گئی پابندیوں کی وجہ سے ایران میں رونما ہونے والے حوادث کی مکمل اطلاع امام خمینی تک نہیں پہنچ پاتی تھی اسی وجہ سے وہ لوگوں کی بروقت ہدایت اور اسلامی انقلاب کی خاطر خواہ قیادت نہیں کر پاتے تھے چنانچہ انہوں نے عراق سے فرانس چلے جانے کا فیصلہ کیا اور پیرس سے اسلامی انقلاب کی بھرپور وخاطر خواہ قیادت کے فرائض انجام دینے لگے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آ گیا جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ اب امت اسلامیہ کے درمیان رہ کر قیادت ورہنمائی کی ضرورت ہے لہٰذا انہوں نے وطن واپسی کے سلسلے میں اپنے اٹل فیصلے کا اعلان کردیا اور جو وقت مقرر کیا تھا اسی وقت پر ایران پہنچ گئے۔ قدر شناس اور آگاہ بیدار ایرانی عوام اپنے قائد باشعور کا استقبال کرنے کے لئے ہوائی اڈے پر جمع ہوگئے۔ اور ہوائی اڈے سے بہشت زہر اتک عاشقین امام کا جم غفیر اکٹھا ہوگیا ایران میں امام خمینی کی آمد کے دس روز بعد ڈھائی ہزار سالہ شاہی حکومت کا کام تمام ہوگیا اور ملت اسلامیہ کے ٹھوس ارادہ ومستحکم قیادت کے سایہ میں ایران میں اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل میں آ گئی۔

امام خمینی نے جس اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تھی وہ معنوی ارمانات کے اصولوں پر مشتمل اور ہر قسم کی اقتدار پسندی سے کوسوں دور تھی۔ اسلام حکومت کو ایسے معیاری معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ قرار دیتا ہے جہاں برابری، برادری، دوستی، محبت صلح وصفائی اور عظمت سربلندی کا بول بالا ہو اور جو انسان کامل کی تخلیق کا ذریعہ بن جائے۔ امام خمینی اسلامی احکام اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایسی ہی حکومت کے خواہاں تھے چنانچہ وہ صراط مستقیم وفلاح وکمال پر مشتمل مخلصانہ بندگی کا ماحول فراہم کرنے

کے لئے اس راہ پر گامزن ہوگئے۔

سامراجی ایجنٹ اس بات پر بہت ناراض تھے کہ ایران میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ ناراضگی کے ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ ایسی حکومت کی تشکیل سے خوفزدہ بھی تھے لہٰذا انقلاب کے ابتدائی مرحلہ سے ہی اس کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کردیا اور اس کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوگئے کہ امام خمینی اسلامی حکومت کی تشکیل میں کامیاب نہ ہوسکیں اور اسلامی نظامِ حکومت گوناگوں رکاوٹوں کا شکار ہوجائے۔

انقلاب دشمن سازشوں کی بھرمار

اسلامی انقلاب کی نمایاں شخصیتوں کے بے رحمانہ قتل عام، ملک میں بد امنی وقتل غارتگری کی ترویج، فوجی بغاوت، ملک میں خانہ جنگی اور مسلط کردہ جنگ پر مشتمل مختلف سیاسی اور فوجی سازشوں کے ساتھ ہی ساتھ عالمی سامراج نے ثقافتی اور سماجی اداروں میں کام کرنے والے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ملک گیر پیمانہ پر ثقافتی سازشوں کا جال بھی پھیلا رکھا تھا، واضح رہے کہ اسلامی انقلاب کے خلاف ثقافتی او سماجی سازشوں کا سلسلہ اس کی عظیم الشان کامیابی کے فورا بعد ہی شروع ہوگیا تھا جنہیں مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف :- مذہبی مطلق العنانی کی تشکیل کا پروپگنڈہ

اسلامی جمہوریت اور مسئلہ ولایت فقیہ کے سامنے آتے ہی عالمی سامراج نے اپنے ایجنٹوں کی مدد سے وسیع پیمانے پر یہ پروپگنڈہ کرنا شروع کردیا کہ یہ ملک مذہبی مطلق العنانی کے چنگل میں گرفتار ہوگیا ہے کیونکہ جن بنیادوں پر اس حکومت کی تشکیل عمل میں آتی ہے ان کے تحت عوام کے جائز حقوق اور ان کی آزادی کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ یہ مرثیہ بھی پڑھاجانے لگا کہ ہزاروں شہیدوں کی عظیم قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی آزادی کا جلد ہی گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ غرض کہ اس قسم کے متعدد پروپگنڈہ کے ساتھ ہی ساتھ عوام کی ہمدردی کے نام پر مگر مچھ کو آنسو بہائے جانے لگے۔

اگر چہ اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل کے بعد آہستہ آہستہ ان پروپگنڈوں کی حقیقت عوام پر ظاہر ہونے لگی تھی اور لوگوں کو یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ یہ محض اسلام دشمن سازشوں کا نتیجہ ہے لیکن پھر بھی ان حالات میں بعض سادہ لوح ذہنوں میں شک اور ذہنی پریشانی کا پیدا ہونا یقینی تھا لہٰذا کچھ

لوگ اسلامی انقلاب سے بدگمان ہو گئے۔

ب:- اسلامی قوانین نا قابل اعتماد درآمد ہیں

چونکہ دشمنان اسلام کا اس مذہب کی تعمیر اوراس کی تعمیری تعلیمات پر کوئی عقیدہ و ایمان نہ تھا اسی وجہ سے یہ لوگ شروع ہی سے اسلامی احکام کی تعمیل کے سخت مخالف تھے۔

چنانچہ جب اسلام اور انقلاب دشمن عناصر کے خلاف قصاص کی پالیسی اختیار کی گئی تو ان لوگوں کو پروپگنڈہ کرنے کے لئے ایک نیا اسلحہ مل گیا ور ریڈیو ٹیلی ویژن اور سامراجی ذرایع ابلاغ یعنی سامراجی اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ عالمی سطح پر یہ کوشش کی جانے لگی کہ الٰہی قوانین کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اس کام میں منافقین اور مغرب زدہ آزاد خیال لوگوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسلامی احکام وقوانین پر نکتہ چینی کرتے ہوئے انہیں نا قابلِ عمل بتایا گیا۔

ج:- مسئلہ حجاب اور اسکی مخالفت !

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہزاروں خدا طلب اور صاحبِ ایمان شہیدوں کے خون کی قیمت ادا کرنے کے بعد اور ملک کے ۹۸ فیصد عوام کے اعتماد کے سہارے جس مقدس اسلامی جمہوریت کی تشکیل عمل میں آئی تھی اس میں طاغوتی واسلام دشمن مناظر کی جلوہ نمائی کو جائز کیسے قرار دیا جاسکتا ہے چنانچہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد حکومت کے ذمہ دار افسروں نے یہ اعلان کیا کہ مسلمان خواتین کا باحجاب رہنا لازمی ہے کیونکہ انہیں اپنی مذہبی روایات کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ اعلان شہوت پرست اور شیطان زدہ لوگوں کو اچھا نہ لگا اور انہوں نے اعتراض کرنا شروع کردیا۔

سماج میں اخلاقی مفاسد کی روک تھام اور معاشرہ کی مکمل اصلاح وسلامتی کیلئے اپنائے گئے اس قانون کی مخالفت کرنے والے لوگ سامراجی ایجنٹ تھے جنہوں نے بعض سادہ لوح لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا تھا۔

د- اسلامی نظام کے خلاف عالم نما لوگوں کی نمائش

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ مقدس مآب افراد اور نام نہاد علماء کی ذات سے غیر معمولی نقصان پہنچا ہے۔ عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے عالمی سامراج کچھ ایسے لوگوں کو اپنا زرخرید غلام بنا لیتا ہے جو عالم اور مقدس ہونے کا ڈھونگ کئے رہتے ہیں یہ عالم نماافراد معاشرہ کو انحراف اور بے راہ

روی کی طرف راغب کرنے لگتے ہیں۔

ملک میں اسلامی نظامِ حکومت کی تشکیل کے بعد بھی عالمی سامراج نے اپنے اس ہتھکنڈے کا بھر پور استعمال کیا لیکن محافظین انقلاب نے اپنی سوجھ بوجھ سے دشمن کی اس سازش کو ناکام اور ان عالم نما لوگوں کو سماج کے سامنے بالکل بے نقاب کردیا۔ اورعوام نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شرعی اقدام کو غیر شرعی قرار دینے والے یہ تمام لوگ وہی ہیں جو شاہی حکومت کے زمانے میں شاہ کا قصیدہ پڑھا کرتے تھے اور اسلامی انقلاب کے دوران خاموش تماشائی کا کردار ادا کررہے تھے۔ اور اسلامی نظام سے ان کی عداوت لوگوں کے اردگرد سامراجی ہتھکنڈوں کی موجودگی کی دلیل تھی۔

یہ محض سادہ خیالی نہیں ہے کہ ملک کی سرحدوں پر دشمن کی فوج نے قبضہ کرلیا ہے اوران عالم نمالوگوں میں سے ایک یہ اعلان کرتا ہے کہ جنگ میں مداخلت اور دشمن کے وحشیانہ حملات سے ملک وملت کے دفاع میں مصروف سپاہیان اسلام کی حمایت امام زمانہ کے خلاف جنگ کے مترادف ہے۔ یہ اعلان خود یہ بتارہاہے کہ یہ سامراجی خواہش ہے جس کا اعلان ان تمام نام نہاد علماء کی زبان سے کرایا جارہاہے۔

بہر حال امام خمینی اس قسم کے حوادث اور ایسے لوگوں سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک رنجیدہ رہے اور متعدد بار اپنی قوم کے سامنے اس گہرے رنج کا اظہار بھی کیا ہے یہ کج فکر افراد ہمیشہ اس کوشش میں رہا کرتے تھے کہ اسلامی جمہوریہ کی طرف سے کوئی قدم اٹھایا جائے اور وہ اس کو خلاف شرع قرار دیں۔

یہ لوگ دین سے سیاست کی جدائی وعلیحدگی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے امام زمانہ (عج) کی عالمی حکومت سے قبل کسی حکومت کی تشکیل کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں! اگر چہ اپنے اس موقف کی وضاحت کے لئے کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

عالمی سامراج نے ان مقدس مآب افراد کی آڑ لے کر اسلامی جمہوریت پر شدید حملے شروع کردیئے اور سامراج غلام عناصر اسلامی انقلاب کے خدمت گزاروں کو کمیونسٹ، مذہب دشمن اور کافر وفاجر ثابت کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوگئے تا کہ اس نظام کو موضوع سوال قرار دے سکیں اور ملت اسلامیہ کے ایک بڑے حصہ کو انقلابی سرگرمیوں سے الگ کردیں لیکن امام خمینی نے اپنی دانشمندانہ قیادت کے ذریعہ اس سامراجی ہتھکنڈے کو بھی ناکام کردیا۔

و:- انقلاب کے خلاف انسانی حقوق کا کوڑا

انسانی حقوق درحقیقت ایک دلکش انسانی موضوع کی حیثیت سے عالمی سامراج کے ہاتھوں میں ایک حربہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور عالمی سامراج جہاں ضروری سمجھتا ہے اس حربہ کو استعمال کیا کرتاہے۔ یہ بات دنیا کے کسی آدمی سے پوشیدہ نہیں رہ گئی کہ سردست انسانی حقوق تنظیم ایک ایسی کٹھ پتلی کی طرح ہے جس کو دنیا کے آزاد ملکوں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے ۔ چونکہ اس کٹھ پتلی کا دھاگہ بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اشارہ پاتے ہی یہ انکی مرضی کے مطابق رقص کرنے لگتی ہے۔

اپنی سامراجی ماہیت کی وجہ سے اسلامی انقلاب سامراجی حملات سے محفوظ نہ رہ سکا اور اس کے خلاف انسانی حقوق سے بہتر اسلحہ اور کیا ہوسکتا ہے! لہٰذا اس انقلاب کے خلاف انسانی حقوق کا یہ کوڑا شروع ہی سے ہوا میں لہرانے لگا۔

حقوقِ بشر کی حفاظت کا ڈھونگ کرنے والوں نے فلسطین، لبنان، ارتیرہ، افغانستان، عراق وغیرہ میں اپنے غلاموں کی طرف سے بے گناہوں پر کئے جانے والے وحشیانہ مظالم کو پوری طرح نظر انداز کرکھا ہے ان لوگوں کی آنکھیں ان اعلانیہ مظالم کو دیکھنے سے عاجز ہیں اور دنیا کی آزاد سامراج دشمن حکومتوں میں قید خانوں کی زبوں حالی اور حقوق بشر کی پامالی کا راگ ہر وقت انکی زبان پر رہا کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ جس ملک کی یہ لوگ بات کررہے ہیں وہ دنیا کے کس حصہ میں واقع ہے، مختصر لفظوں میں یہ کہاجاسکتا ہے کہ یہ تنظیم بھی دنیا کی آزادی طلب اور عوامی تنظیموں کو کچلنے میں ہمہ تن سرگرم ہے۔

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ واختلاف کی ایجاد

دنیا میں تفرقہ واختلاف پیدا کرنا سامراج کا کامیاب ترین حربہ رہاہے اور اب تک وہ اس حربہ کو استعمال کرتے ہوئے دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے سامراجی مقاصد کو عملی جامہ پہنا چکاہے۔

چنانچہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس انقلاب کی سامراج مخالف پالیسی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انقلاب دشمن وفتنہ انگیز مراکز کی سرگرمیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور امت اسلامیہ کے درمیان تفرقہ واختلاف پیدا کرنے کا کام شروع کردیا۔

اس سلسلے میں سامراج نے عوام کے درمیان موجود قومی اور مذہبی فرقہ کا بھر پورا ستعمال کیا اور قومی ومذہبی جنگ چھیڑ دی، اسلامی انقلاب کی کامیابی کے فورا بعد قومی کشمکش اور شیعہ سنی مسئلہ کی ایجاد سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عالمی سامراج اس کے ذریعہ اپنے شرمناک مقاصد کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کامیابی انقلاب کے فوراً بعد عوام پسندانہ قومی موضوعات کے تحت قومیت کے احیاء کے لئے وسیع پروپگنڈہ شروع کردیتا ہے اور قومی جذبات کے پردہ میں آپسی جدائی اور بٹوارہ کی راگ بھی الا پنے لگتا ہے۔ اس مقصد میں کامیابی کے لئے عالمی سامراج سنی اکثریت والے علاقوں میں داخل ہو اور سنی شیعہ عقائدی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کردیا تا کہ دونوں جماعتوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہوجائے۔

عالمی سامراج نے سنی شیعہ اختلاف کی آگ کو بھڑکانے میں فقط ایران کی سرحدوں کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ اس نے عالمِ اسلام میں مسئلہ عرب وعجم کی بات شروع کی۔ پھر اسلامی انقلاب کو شیعہ انقلاب بتاتے ہوئے اس عظیم انقلاب کو فقط ایک جماعت کے اندر محدود کرنے کی کوشش کی۔

عالمی سامراج اسلامی ممالک میں انقلابی اقدار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور مسلمانوں میں اسلامی بیداری کے فروغ سے بہت خوفزدہ تھا لہٰذا اس نے اختلاف وتفرقہ بڑھانے کے لئے بھاری رقم بھی خرچ کی اور اسلامی ممالک میں اپنے مقاصد کی حفاظت کے لئے مختلف النوع افراد وعوامل کا بھر پور استعمال کیا۔ اس سلسلے میں کج فہم وانحرافی لوگ آگے بڑھے اور عالمی سامراج کی ہرممکن خدمت انجام دینے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہوگئے۔

امام خمینی نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کی ابتداہی میں عوام کو اس سامراجی سازش کی طرف بخوبی متوجہ کردیا تھا اور محافظین انقلاب کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ دانشمندانہ راہ وروش کے ذریعہ دشمن کی اس شرمناک سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ چنانچہ امام خمینی کی قیادت اور ملک کے ذمہ دار افراد کی ذہانت وشجاعت کے ذریعہ دشمن کی یہ ساش کافی حدتک ناکام ہوگئی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسکی وجہ سے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے درمیان ٹھوس اتحاد کی زمین بھی ہموار ہوگئی اور آج عالمی سطح پر سامراج کی اسلام دشمن سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دنیا بھر کے سنی وشیعہ مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں نے عالمی سامراجیت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک عالمی اسلامی محاذ بنا رکھا ہے اور دونوں جماعتیں مثالی اتحاد کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں سے برسرِ پیکار

ہیں۔

انقلاب کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈہ

عالمی سامراج اپنے جھوٹے اور بے بنیاد پروپگنڈہ کے ذریعہ مقدس اسلامی جموری نظام کے چہرے کو داغدار بنانے کی ہر ممکن کوشش میں سرگرم رہاہے اور اس سلسلے میں مختلف زہر آلود اور بے بنیاد پروپیگنڈوں مثلا ایران، اسرائیل خفیہ تعلقات ! ایران امریکہ تعلقات! اسرائیل سے اسلحوں کی خریداری ! دہشت گرد گروہوں کی برآمد! اوردنیا کے فلاں حادثہ میں ایران مفروضہ مداخلت کا سہارا لیا ہے۔ ان جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ملکوں میں اسلامی انقلاب کے طرفداروں کو اس انقلاب سے بدگمان کردے۔

عالمی سامراج کو اس کام میں متعدد خبر رساں اداروں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارورسالوں کی بھرپور حمایت حاصل رہی ہے اور ابتدائی انقلاب سے لے کر اب تک اسلامی جمہوریہ ایران کے نورانی چہرہ کو داغدار بنانے کی بارہا کوشش کرچکاہے لیکن ہر بار انقلاب کی الٰہی اور روحانی برکتوں سے ان زہر آلود پروپیگنڈوں کا بھانڈا پھوٹ گیا اور اسلامی انقلاب کے خلاف عالمی سامراج کی عداوت ناکام ہوکر رہ گئی۔

اقتصادی سازشیں

عالمی سامراج نے اسلامی انقلاب کے خلاف اقتصادی سازشوں کا بھی جال پھیلایا اور ایک بین الاقوامی اقتصادی سازش کے ذریعہ اسلامی انقلاب کو نابود کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ان سازشوں کی فہرست میں انقلاب کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی، تیل کی قیمت میں بھاری گراوٹ، ملک کے معدنی ذخائر میں کمی اور قومی سرمایہ کو غیر قانونی طور پر ضبط کیا جانا وغیرہ شامل ہیں۔

امام خمینی نے ان تمام اقتصادی سازشوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور اپنی ہوشیاری واقتصادی سوجھ بوجھ کے ذریعہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیااور عالمی سامراج کی ان شرمناک سازشوں کوکامیاب نہیں ہونے دیا جبکہ ان میں سے ہر سازش اتنی خطرناک تھی کہ طاقتور ترین حکومتوں کو بھی صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکتا ہے اور پہلے بھی دنیا کی مختلف حکومتوں کو ایسی سازشوں کے ذریعہ نابودی کا شکار بنایا جاچکاہے۔

مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام، اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوریت کے خلاف

جھوٹے پروپگنڈوں کا لامتناہی ہی سلسلہ جاری ہے جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے درمیان ایسے اسلام کی ترویج مقصود ہے جو مغربی تہذیب کی تڑک بھڑک اور فساد آمیز رعنائیوں کے خلاف مہر بلب رہنے کی تعلیم دیتا ہو۔ خداوند عالم کی عظمت و بزرگی کے اعتراف میں ہر لحہ اللہ اکبر کہنے والے مسلمانوں کو یہ باور کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ کھڑی کرے کہ مصلحت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے حسب ضرورت خانہ کعبہ کے بجائے سفید محل کی طرف سجدہ کرلیا جائے تو معاذ اللہ کوئی حرج نہیں ہے۔ جی نہیں ! یہ ایک انحرافی فکر ہے اور اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ حقیقی اسلام محمدی کے علمبردار ختمی مرتب حضرت محمدؐ نے اس دور کے سیکڑوں خداؤں کی نفی و تردید کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا۔ ''قولوا لااله الا الله وتفلحوا ۔'' جی ہاں ! ہماری فلاح وبقا کا راز ہی یہی ہے کہ ہم خدای وحدہ لاشریک کے مقابلے میں ہر طاقت کی تردید کا اعلان کرتے ہوئے ایک خدا کی عبادت و بندگی میں سرگرم رہیں۔ خدای واحد پر ہمارا اٹل ایمان واعتقادی ہی ہماری بقا کی ضمانت ہے ۔